https://ataunnabi.blogspot.com/
خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ابوبکر ثم عمر
اس امت میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل ابوبکر اور پھر عمر ہیں
شہادۃ الثقلین بافضلیۃ الشیخین
افضلیت شیخین رضی اللہ عنہما
مصنف
اشرف العلماء شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی قدس سرہ العزیز
بزم اشرف العلماء پاکستان
لاہور ۔ سرگودھا ۔ جہلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نام کتاب	شہادۃ الثقلین بأفضلیۃ الشیخین رضی اللہ عنہما
معروف بہ	افضلیتِ شیخین قرآن وحدیث اور ائمۂ اہل سنت کی نظر میں
تصنیف	اشرف العلماء، شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی قدس سرہ العزیز
ضخامت	600 صفحات
تاریخ اشاعت	جمادی الثانی 1435ھ اپریل 2014
خصوصی تعاون	محترم سکندر حیات سیال، بھوانہ ضلع چنیوٹ

اہتمام طباعت:

☆ بزم اشرف العلماء پاکستان۔(مرکزی دفتر، سلانوالی ضلع سرگودھا)
0302- 62 23 736

☆ تفہیم الاسلام فاؤنڈیشن پاکستان۔جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ ضلع جہلم، پنجاب پاکستان 951 50 58 320 +
sohailsialvi@gmail.com

مراکزِ ترسیل:

دار الاسلام، لاہور	0321-94 25 765
جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا	0345-78 67 732
مرکزی جامع مسجد عیدگاہ، جھنگ صدر	
اکرام کیسٹ ہاؤس، داتا دربار لاہور	0300- 460 98 60

چوتھا باب

افضلیتِ شیخین اور اجماعِ سلف صالحین

اجماعِ سلفِ صالحین کی حجیت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

(آل عمران،110:3)

تم سب امتوں سے افضل اور بہتر امت ہو جو لوگوں کی بھلائی اور منفعت کے لیے پیدا کیے گئے ہو تم امر معروف کا حکم دیتے ہو اور برے اور ناپسندیدہ امور سے منع کرتے ہو۔

فائدہ:

اس ارشادِ گرامی کے مخاطبین اولین صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں بعدازاں تابعین اور تبع تابعین وغیرہم۔ لہذا ان کا امر خیر اور معروف سے سکوت اور شر و منکر امر پر عمل پیرا ہونا اور وہ بھی من حیث المجموع ناممکن ہے ورنہ باری تعالیٰ کے کلام برحق کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا جس کا بطلان اظہر من الشمس ہے اور بطلان لازم بہرحال بطلان ملزوم کو مستلزم ہوا کرتا ہے لہٰذا یہ ناممکن کہ من حیث المجموع خیر القرون کا شرف و اعزاز رکھنے والے ضلالت و گمراہی پر متفق ہو جائیں۔

(2) قال اللّٰه:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرہ،143:2)

اور ہم نے تمہیں ایسے ہی سب سے بہتر اور معتدل اور شر و افراط و تفریط سے مبراء و منزہ امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول گرامی ﷺ تمہارے صفائی و تعدیل کے گواہ بنیں۔

استدلال:

(اس کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ اس کی مخالفت کو روا اور جائز رکھتے ہیں خواہ اس کی وجہ سے سب وقتال اور جنگ وجدال تک ہی نوبت کیوں نہ آجائے۔

افضلیتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع

قابل غور امر ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر صرف بدری صحابہ ہی نہیں بلکہ سارے صحابۂ کرام علیہم الرضوان متفق ہیں تو اس کے متعلق شک وشبہ اور ریب وتردد کا کیا جواز ہوسکتا ہے؟ اور یہ صرف میں نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ علمائے کلام نے اور ہمارے عقائد کے ترجمان حضرات نے أفضل البشر بعد الأنبياء أبوبكر ن الصديق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذوالنورين ثم علي المرتضى رضي الله عنهم کی تصریح فرمانے کے بعد فرمایا:

لكنا وجدنا السلف قالوا بأن الأفضل أبوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي المرتضى رضي الله عنهم وحسن ظننابهم يقتضي بأنهم لولم يعرفوا ذالك لما أطبقوا عليه فوجب علينا اتباعهم في ذالك القول و تفويض الحق في ذالك الى الله

(شرح مواقف ص ٧٤٤)

”لیکن ہم نے اسلاف کرام کو پایا یہ قول کرتے ہوئے کہ سب سے افضل ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھ ہمارے حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ اگر انہیں اس امر تفضیل کا کامل عرفان نہ ہوتا تو وہ اس پر متفق نہ ہوتے تو ہم پر واجب ولازم ہے اس قول میں ان کی اتباع کرنا اور اپنے طور پر تحقیق وسعی وکوشش ترک کرکے اس تحقیق کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا“

نیز شرح عقائد میں علامہ سعد تفتازانی فرماتے ہیں:

على هذا وجدنا السلف والظاهر أنه لولم يكن لهم دليل على ذالك لما

حکموا بذالك ۔ (شرح عقائد مع نبراس ص ٤٨٦)

"اسی نظریہ اور عقیدہ پر ہم نے سلف کو پایا اور یہ جزمی اور حتمی امر ہے کہ اگر ان پاس کوئی دلیل اس پر نہ ہوتی تو وہ حضرات یہ حکم نہ لگاتے اور یہ فیصلہ نہ سناتے"

(۳) یہی علامہ سعد الملت شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

قال أهل السنة الأفضل أبوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللّٰه عنہ وقد مال البعض منهم الی تفضيل علی علی عثمان رضی اللّٰه عنهما والبعض التوقف بينهما والأخبار الواردة علی فضائلهم متعارضة لكن الغالب علی الظن أبابكر أفضل ثم عمر رضی اللّٰه عنهما ثم يتعارض الظنون فی عثمان و علی ر اللّٰه عنهما و ذهب الشيعة و جمهور المعتزلة الی أن الأفضل بعد رسول اللّٰه علی المرتضی رضی اللّٰه عنه ۔ (شرح مقاصد ص ٢٩٨ ج ٢)

"اہلِ سنت نے فرمایا کہ (بعد از انبیاء علیہم السلام) سب سے افضل ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق ہیں پھر عثمان ذوالنورین پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ بعض علمائے اہلِ سنت حضر علی کی حضرت عثمان پر افضلیت کے قائل ہیں اور بعض ان کے درمیان توقف کی طرف مائل اور ان کے فضائل میں وارد اخبار و احادیث (بظاہر) متعارض ہیں لیکن ظن غالب یہ ہے ابوبکر صدیق افضل ہیں پھر عمر فاروق افضل ہیں پھر عثمان ذوالنورین اور علی مرتضیٰ میں ظ متعارض ہیں اور شیعہ تمام تر اور جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد علی المرتضیٰ اللہ عنہ افضل ہیں۔ گویا اہلِ سنت کے نزدیک شیخین رضی اللہ عنہما کے سب سے افضل ہونے اجماع ہے جو ظن غالب اور تصدیق جازم کا موجب ہے۔ البتہ عثمان و علی رضی اللہ عنہما اختلاف ہے لیکن جمہور کے نزدیک حضرت عثمان افضل ہیں"

(۴) نیز یہی علامہ فہامہ شرح مقاصد میں شیعہ کی طرف سے افضلیت مرتضیٰ رضی اللہ

درمیان اور روافض واہل تشیع کے درمیان ہے اور ہر کتاب میں ان دونوں فریق کو ایک دوسرے کے مدمقابل ٹھہرایا گیا جو علی الترتیب حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کو افضل نہیں مانتا بہر حال اہل سنت سے خارج ہے خواہ رافضی ہونا پسند کرے یا معتزلی ہونا جدھر چاہے پھر جا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کو ادھر ہی پھیر دے گا اور بالآخر آتش دوزخ کا سامنا ہوگا۔ (کما قال اللہ تعالی: نوله ماتولی ونصله جهنم (آیة)

(۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی معظمین اہل سنت اور اکابرین کا مذہب ہے اور جمہور اسی امر کے قائل ہیں کہ تیسرے درجے میں فضیلت ان کو حاصل ہے۔ علامہ قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

علی هذا (تفضیل عثمان علی علیّ) عامة أهل السنة والجماعة والحاص أن الجمهور من السلف ذهبوا الی تقدیم عثمان علی علیّ رضی اللّٰه عنهما

(ص:۸۳)

صرف قلیل ترین لوگ توقف کے قائل ہیں یا حضرت مرتضی کی تفضیل کی طرف مائل ہیں جیسے کہ علامہ سعد الملت کی عبارت اس پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے۔

(۳) نبی مکرم ﷺ کے ارشادات سے واضح ہو چکا کہ میری راہ اور میرے صحابہ کی راہ ہدایت کی راہ ہے اور شاہراہِ جنت ہے اور اس کے علاوہ سب راہیں جہنم کی طرف لے جانے والی ہیں اور جماعت عظیم کی پیروی اور اقتداء لازم ہے اور سوادِ اعظم کا دامن چھوڑنے والا جہنم کی راہ چلنے والا ہے اور حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینے والا خود مولائے مرتضیٰ کا اعتقادی باغی اور نظریاتی مخالف ہے جیسے کہ ہم آپ کے چند ارشادات پیش کر کے اس حقیقت کو ثابت کر چکے ہیں۔

(۴) نیز ایسا شخص صحابۂ کرام علیہم الرضوان جو خیر القرون کی شان رکھنے والے ہیں ان

کے ساتھ زندہ موجود تھے۔ بلکہ طبرانی نے اس روایت میں یہ اضافہ نقل کیا ہے :

فبلغ ذالك رسول الله ﷺ فلم ينكره ۔

"ہمارا یہ قول رسول اکرم ﷺ تک پہنچا لیکن آپ نے اس کا انکار نہ فرمایا" (حالانکہ قول پر رسول کریم ﷺ کا سکوت ناممکن ہے)

فائدہ:

کیا صحابۂ کرام کے یہ اقوال اور تاثرات نبی کریم ﷺ کو معلوم نہ ہو سکے اور کسی نے آپ کو اطلاع بھی نہ دی اور اس نظریہ کے سقم وفساد یا صحت و واقعیت اور درستگی کے بار میں استفسار کیوں نہ کیا؟ تو صاف ظاہر ہے اور مہر نیم روز کی طرح ظاہر ہے کہ سید عالم کے ارشادات اور فرمودات اور آپ کا ان کے ساتھ بے تکلفی کے ساتھ پیش آنا ان کے باز کروائیں بائیں چلانا اور فرمانا هكذا نبعث يوم القيامة "ہم قیامت کے دن بھی اسی طر اکٹھے اٹھائے جائیں گے" اور مولائے مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا فرمانا جب حضرت فاروق رضی عنہ کا جنازہ تیار تھا" میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے دونوں مصاحبوں سید الرسل اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت اور رفاقت کا شرف عطا کرے گا" کیونکہ میں بسا اوقا آپ سے سنا کرتا تھا کہ (وہ ہر کام میں اپنے ساتھ ابوبکر و عمر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے)

كنت وأبو بكر وعمر فعلت وأبو بكر وعمر وانطلقت وأبو بكر وعمر ودخلت أنا وأبو بكر وعمر وخرجت وأبو بكر وعمر ﷺ ورضي ا عنهم (متفق عليه)

تھا میں اور ابوبکر اور عمر، کیا یہ کام میں نے اور ابوبکر اور عمر نے، چلا میں اور ابوبکر اور ع داخل ہوا میں اور ابوبکر اور عمر اور نکلا میں اور ابوبکر اور عمر ﷺ) رضی اللہ عنہم۔

اس طرح کے تنازعات کی نظیر انبیاء علیہم السلام کے عمل سے بھی مل جاتی ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر چلہ کشی، حصولِ تورات اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے لیے جاتے وقت اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو جبکہ وہ بھی نبی تھے اپنا قائم مقام بنا گئے- جب واپس تشریف لائے اور قوم کی اکثریت کو شرک کرتے ہوئے اور بچھڑے کی پوجا پاٹ کرتے ہوئے پایا تو حضرت ہارون علیہ السلام کے سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ کر گھسیٹنا شروع کر دیا اس گمان پر کہ اس کی رضامندی یا خلافت کے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کی بنا پر شرک جیسا قبیح کام اور ظلم عظیم ان اسرائیلیوں سے سرزد ہوا ہے، جبکہ حضرت ہارون علیہ السلام نے زبانی زبانی بہت منع کیا لیکن وہ لوگ نہ مانے اور جنگ لگوانے کے بغیر چارہ نہ رہا تو انہوں نے سوچا کہ اتنا بڑا اقدام بھائی جان کے ساتھ صلاح مشورہ کے بغیر نہیں ہونا چاہیے- صرف چھ لاکھ کی تعداد پہلے ہیں اور جنگ کی صورت میں ڈیڑھ دو لاکھ قتل ہو جائیں گے لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کیا کہیں گے کہ بھلی رکھوالی تو نے کی ہے اور خلافت و نیابت کا حق خوب نبھایا جس طرح نبھانا چاہیے تھا- لہٰذا میں ان کا انتظار کرتا ہوں اور ان کی آمد پر صلاح مشورہ کر کے ان مشرکین کے خلاف کاروائی کریں گے اور اس واقعہ پر قرآن مجید شاہد ہے اور تفصیلی طور پر کلام مجید میں اس کو بیان کیا گیا ہے جبکہ فقہی مسئلہ یہ ہے کہ ایک عالم کی ڈاڑھی کو کوئی ہاتھ ڈالے تو اس پر کفر کا فتویٰ لگ جاتا ہے اور یہاں نبی کی عزت و تکریم میں خلل ڈالا گیا اور ان کے مشرک دشمنوں کے سامنے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا ہے- لیکن ہے کوئی پورے عالم میں مفتی جو حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام پر فتویٰ لگائے کیونکہ یہ آپ کی خطا اجتہادی تھی کہ آپ نے سمجھا کہ میرے بھائی اور خلیفہ نے شرک جیسے کبیرہ کے حق میں تساہل اور تغافل شعاری سے کام لیا ہے اس پر سخت ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اس امر کا ارتکاب کیا لہٰذا وہ کسی قسم کے فتوے اور تادیب و تعزیر کی زد میں نہیں آسکتے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو اس اقدام پر سرزنش اور تنبیہ فرمائی-